جملہ حقوق محفوظ

اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ
ثابت قدمی کرامت سے بڑھ کر ہے

عزمِ بالجزم

یعنی

استقامتِ ارادہ کا ایک دلچسپ قصہ

از

مولوی بشیر الدین احمد ایم۔ آر۔ اے۔ ایس
تعلقہ دار (کلکٹر) پنشنر سرکار عالی نظام

سنہ ۱۹۳۷ء

دار الاشاعت پنجاب۔ لاہور

بار پنجم

قیمت ۱ رہ پانچ

Taj Tahir Foundation

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزم بالجزم

مرد باید کہ ہراساں نشود
مشکلے نیست کہ آساں نشود

دنیا میں موافق اور مخالف دونو قسم کے واقعات پیش آتے ہیں۔ ہمّت و استقلال کے یہ معنے ہیں۔ کہ ہم مصیبت کا مستقل مزاجی سے مقابلہ کریں۔ یہ نہیں۔ کہ مصیبت کے سامنے ہمت ہار جائیں۔ ہم اس مضمون پر ایک مختصر مگر دلچسپ قصّہ ایک انگریزی کتاب سے لڑکوں کے لئے ترجمہ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ میرا قاعدہ ہے۔ کہ ترجمے میں مَیں مضمون کو تو ضرور پیش نظر رکھتا ہوں۔ مگر لفظوں کی پابندی کو چھوڑ دیتا ہوں۔ وہی بات اس قصّے میں بھی ہے۔ اور اگر میں ترجمے کی لفظی الجھنوں میں پڑ جاؤں۔ تو مطلب فوت ہونے کے علاوہ عبارت کی روانی میں بھی فرق آجائے۔

Taj Tahir Foundation

محمود ایک بڑا پیارا لڑکا تھا۔ جسے دیکھ کر ان ہوئے کو بھی پیار آتا تھا۔ مگر اس میں ایک بڑی خرابی یہ تھی۔ کہ وہ بڑا جلد باز اور بے صبرا تھا۔ ہر کام میں وہ دلچسپی ضرور لیتا تھا۔ اور جو کچھ بھی کرتا تھا۔ شوق اور توجہ سے دل لگا کر کرتا تھا۔ لیکن جہاں کہیں کچھ خرابی پیدا ہوئی۔ یا کوئی بات خلاف مرضی ہوئی۔ تو بس آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔ اس کام کو چھوڑ چھاڑ الگ ہو جاتا تھا۔ اور پھر اس کے پاس بھول کے بھی نہ پھٹکتا تھا +

محمود کے باپ حامد نے باغ میں اس کے نام کی ایک چھوٹی سی کیاری لگا دی تھی۔ وہ بہت شوق اور گرویدگی سے اُس کی دیکھ بھال میں لگا رہتا تھا۔ کبھی اُس کی زمین ہموار کرتا۔ کبھی منڈیر درست کرتا۔ کبھی گھاس پات نکالتا۔ اور پانی تو دو وقتہ اپنے ہی ہاتھ سے دیتا تھا۔ کیاری کے چوطرف ہری ہری دوب اور اُس کے رنگ برنگ کے پھول دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہوتا تھا۔ کیاری میں محمود نے ایک گلاب کا پودا بھی لگایا تھا۔ اس میں کلیاں پھوٹیں روز جا جا کر ان کو دیکھتا۔ جس دن وہ کلیاں کھلیں اور ان میں پھول لگے۔ اُس دن کی خوشی کا کیا پوچھنا تھا۔ اُچھلتا کودتا ماں کے پاس آیا۔ اور ماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہنے لگا۔ ”اماں جان

چلئے دیکھئے تو سہی کہ میری کیاری میں کیسے خوبصورت گلاب کے پھول کھلے ہیں"۔

خدا کا کرنا کیا ہوا۔ کہ ایک دن باغ کا پھاٹک کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اور کچھ بکریاں اس میں گھس آئیں۔ اور سبزہ چرنے لگیں۔ محمود نے جو دیکھا۔ کہ بکریاں گھس آئیں اور باغ کا ستیاناس کر رہی ہیں۔ تو وہ اور اُس کے ساتھ اُس کا نوکر چھوکرا دوڑے۔ اور بکریوں کو کھدیڑنا شروع کیا۔ وہ کم بخت اِدھر سے مارو تو اُدھر نکل جاتی تھیں اور اُدھر سے ہنکاؤ تو اِدھر آجاتی تھیں۔ غرض روندن سے سارا باغ خراب ہو گیا۔ خصوصاً میاں محمود کی کیاری بیچاری کا تو خاتمہ ہی ہو گیا۔ بکری نے اُس میں گھس گلاب کے درخت کے سارے پتّے کھا لئے۔ اور پھول بھی سب گئے گزرے ہوئے۔ محمود بیچارہ رونے لگا۔ کہ اس کے شوق کی چیز کا یہ حشر ہوا۔

غصّہ تو بھرا ہی ہوا تھا۔ جھٹ پھاوڑا لے ساری کیاری کو کھود کھاد برابر سرابر کر دیا۔ اور روتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

حامد کو جب یہ خبر لگی۔ تو اُس نے دل میں کہا۔ کہ یہ تو بُری ہوئی۔ اگر اس لڑکے کا غصّہ ایسا ہے۔ کہ اسے اچھا بُرا کچھ نہیں سوجھتا۔ اور یہ بے قابو ہو جاتا ہے۔ تو آگے کو کیا ہوگا؟ خیر اس

Taj Tahir Foundation

وقت تو حامد نے کچھ کہا سُنا نہیں۔ مگر شام کو باپ بیٹے کو اپنے
ساتھ ہواخوری کو لے گیا۔ گھر کے پاس وہیں ایک وسیع میدان
تھا۔ جس میں گھاس کے تختے لگے ہوئے تھے۔ ٹہلتے ٹہلتے باپ
بیٹے دونو ادھر جا نکلے۔ اسی میدان کے پاس ایک تاڑ کی باڑ کے
اندر ایک مکان کے اطراف ایک خانہ باغ اور کچھ زراعت تھی۔
گھر کے پیچھے میوہ دار پھلوں کے پودے تھے۔ اور سامنے
خوشبودار پھول باغ۔ ایک طرف شہد کی مکھیاں بھی پلی ہوئی
تھیں۔ اور ان کا مہال سلیقے سے لگا ہوا تھا۔ مکان کے کمپونڈ میں
مرغیاں۔ بکریاں۔ قاز پلے ہوئے تھے۔ اور گایوں کا ایک ریوڑ
بھی شام قریب ہونے سے جنگل سے گھر کی طرف آرہا تھا۔
غرض ہر طرح چہل پہل۔ خوش سلیقگی اور فارغ البالی صاحب مکان
کی ظاہر تھی۔ محمود بھی اس تماشے میں لگ گیا +

باپ۔ (محمود سے) یہ مکان اور کارخانہ سب محمدؐ صابر کا ہے۔ جو
ہماری بستی کے بڑے زمیندار اور رئیس ہیں۔ لیکن زمانہ کے
ناہنجار ہاتھوں سے ان بیچاروں کو ایسی ایسی مشکلات کا سامنا
پڑا ہے۔ کہ شاید اور کو ایسی گردش آئی ہو۔ تو آئی ہو۔ مگر شاباش
ہے۔ اُن کے ہمت و استقلال پر اور ہزار آفرین ہے۔ ان کی

مردانیت پر کہ یہ ہمت نہ ہارے۔ اور اسی طرح اپنے کام کو لگے لپٹے رہے۔ زمانہ نے اُن کو گرایا۔ مشکلات نے اُن کو ڈرایا۔ مگر پھر یہ تگڑے بن کر کھڑے ہو گئے۔ اور یہ اسی مردانہ ہمت کا ثمرہ ہے۔ جو آج تم ان کے ہاں ایسی گہما گہمی دیکھتے ہو۔ مجھ سے اُن سے سوائے علیک سلیک کے گہری ملاقات نہیں ہے۔ لیکن ان کے حالات میں نے سُنے ضرور ہیں۔ آؤ چلو۔ ان کے یہاں چل کر ذرا دم لیں۔ اور اگر ہو سکا۔ تو میں تم کو اُن کی کہانی اُنہیں کی زبانی سُنواؤں گا۔ کہ کیسے چکروں میں پھنس پھنس کے وہ صاف نکل گئے۔

محمود دل میں خوش ہُوا۔ اور باپ کے ساتھ ساتھ گیا۔ محمد صابر نے اُن کی بڑی خاطر تواضع کی۔ بڑی مہربانی اور کشادہ پیشانی سے پیش آئے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد محمد حامد نے یوں سلسلۂ سخن شروع کیا۔ کہ "جناب میں نے لوگوں کی زبانی آپ کے عجیب و غریب حالات بہت کچھ سُنے ہیں۔ آپ کو تکلیف تو ہوگی۔ مگر میری خاطر سے اگر آپ مجھے اپنی بیتی داستان سنائیں گے۔ تو میں تو میں یہ بچہ بھی بہت محظوظ ہوگا"۔

محمد صابر۔ (شرما کر) میں بیچارہ کس شمار و قطار میں ہوں اور میری

Taj Tahir Foundation

ایسی کونسی داستان ہے۔ جسے آپ سُن کر خوش ہونگے۔ دُنیا میں
مجھے بھی موافق و ناموافق معاملات پیش آتے رہے ہیں۔ اور ان سے
کون بندہ بشر خالی ہے۔ لیکن بمصداق الامر فوق الادب اگر آپ
میری سرگزشت سُننا چاہتے ہیں۔ تو مجھے کب عذر ہے۔ میں اکثر
اپنے مصائب کے حالات بیان کر کے متاثر ہوتا ہوں۔ اور خداوند
کریم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ میری ناؤ کو جو منجدھار میں پھنس گئی
تھی کس طرح خلاف امید پار لگا دیا۔ اور جن باتوں کا شان گمان نہ تھا
اپنے فیض و کرم سے میری توقعات سے کہیں زیادہ مجھے نوازا +

من کار خویش را بہ خداوند کارساز
بسپردہ ام کہ تا کرم او چہا کند

یہ تو آپ نے سُنا ہی ہوگا۔ کہ میرے والد خدا ان کی مغفرت
کرے۔ اور اُن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو۔ بڑے متموّل
آدمی تھے۔ وہ آدمی تھے بڑے سیر چشم۔ ہاتھ میں اُن کے
ہڈی نہ تھی۔ آمدنی سے دُگنا تو اُن کا خرچ تھا۔ نتیجہ اس لکھ
لُٹ پنے کا جو ہونا تھا۔ سو ہُوا۔ تھوڑے دنوں بعد قرض میں
ایسے جکڑ گئے۔ کہ سارا علاقہ نیلام ہو گیا۔ جس کو ہمارے ہی
ایک قریبی رشتہ دار نے خرید لیا۔ لیکن خدا کی قدرت کہ ان

بزرگ نے اپنے انتقال کے وقت بروئے وصیت ہمارا سارا علاقہ ہم کو ہی واپس دے دیا۔ میرے والد بزرگوار اب بھی نہ سمجھے۔ کچھ دنوں تو ذرا ہاتھ روکے رہے۔ مگر بُری صُحبت کا نتیجہ یہ ہُوا کہ پھر وہی اللّے تللّے اُڑنے لگے۔ اور اس پر طرّہ یہ۔ کہ اب بادہ نوشی بھی گلے پڑی۔ تفکّرات کے ساتھ شراب خواری کی بھی بھرمار رہتی تھی۔ آخر تابہ کے۔ ایسی حالت میں قارون کا خزانہ بھی خالی ہوجاتا۔ ماں میری پہلے ہی مر چکی تھیں۔ باپ اب مرے۔ اور مجھے دنیا میں بے یار و مددگار چھوڑ گئے ✣

میرے چچا نے (خدا ان کا بھلا کرے) میری خبرگیری اپنے ذمے لی۔ وہ ایک جہاز کے مالک تھے۔ اور میں اُن کے ہی پاس رہنے سہنے لگا۔ اور کئی برس تک اُمیدوارانہ کام کرتا رہا۔ اور بحری سفر کے مصائب جھیلتا رہا۔ جب کام سے میں بخوبی واقف ہوگیا۔ تو میرے چچا نے مجھے بطور ملّاح کے اپنے جہاز پر ملازم رکھ لیا۔

ایک دفعہ ہم بحرِ قلزم میں سفر کر رہے تھے۔ کہ زور شور کے طوفان نے ہمیں گھیر لیا۔ دُور سے اُٹھتی ہوئی آندھیاں دم کے دم میں تمام آسمان پر چھا گئیں۔ ہَوا کا زور ہُوا۔ لہروں کا شور ہُوا اور ہمارا جہاز طوفانی سمندر میں ڈگمگانے لگا ہزاروں دعائیں کیں۔

منتیں کیں۔ مگر سمندر کا جوش کسی صورت کم نہ ہونے پر آتا تھا۔ اور موجیں تھیں۔ کہ اُچھل اُچھل کر جہاز سے ٹکراتی تھیں۔ اور اسے غرق کرنے پر تُلی ہوئی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں جہاز کے تختے ٹوٹنے شروع ہوئے۔ اور پانی بھرنے لگا۔ ہزار روکنے کی کوشش کی۔ مگر پانی کا سیلاب تھا۔ کہ روکے نہ رُکتا تھا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ ہمارا جہاز ساحل مراکش پر تباہ ہوگیا۔ ہم لوگ کنارے سے بہت دور ساری رات سمندر کی موجوں کے تھپیڑوں میں زندگی اور موت کے بیچ میں معلّق تھے۔ اور ہر گھڑی موت ہمارے سامنے تھی۔

میرے چچا اور جہاز کے بہت سے لوگ ٹھٹھر کے مر گئے۔ صبح ہوتے تک ہمارے جہاز میں سے صرف چار شخص بچے۔ میرے ساتھی بھوک سے بیتاب۔ تکالیف سے سراسیمہ اور ناتواں موت کو زندگی پر ترجیح دیتے تھے۔ مگر میں سخت جان تھا۔ میں نے کہا۔ کہ "جان پیاری ہے۔ کچھ بھی ہو جان کا بچانا فرض ہے"۔ میں نے کمر ہمت باندھی۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی تسلّی دلاسا دے کر آمادہ کیا۔ سمندر کا طوفان گھٹ گیا تھا۔ ہم سب نے ملکر جنگل کی لکڑیوں اور بانسوں سے ایک چھوٹا سا بیڑا بنایا۔ اور کسی نہ کسی طرح گرتے پڑتے کنارے آن لگے۔ جان بچی لاکھوں پائے۔ زمین

Taj Tahir Foundation

پر قدم دھرنا تھا۔ کہ ایک تازہ بلا میں گرفتار ہوئے۔ جزیرے والوں نے ہم کو پکڑ کر غلام بنا لیا+

ہم پر ہر طرح کی سختی اور ظلم کیا جاتا تھا۔ اور محنت و مزدوری کی کوئی حد نہ تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ مار کے صدمے سے ہماری پیٹھیں اُتو ہو گئی تھیں۔ پیٹ بھر کھانا بھی نہ ملتا تھا۔ بعض لوگ غلامی کو بہت خفیف سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس میں کچھ زیادہ تکلیف نہیں ہے۔ مگر اس کا دُکھ اُس سے پوچھنا چاہئے۔ جو غلامی کے پھندے میں پھنسا ہو۔ خدا کسی بھلے مانس کو یہ دن نصیب نہ کرے۔ جب ہم سوچتے تھے۔ کہ یہ غلامی تو عمر قید ہے۔ اور پھر اس پر انتہا کی سختی۔ تو ہم جینے سے بیزار ہو جاتے تھے۔ اور موت کی تمنّا کرنے لگتے تھے+

میرے تینوں ساتھی ان سختیوں کی تاب نہ لا سکے۔ اور اسی طرح گھُل گھُل کر چل بسے۔ میں نے البتّہ ہمّت نہ ہاری اور دل کو قوی رکھا۔ اور خیال کیا۔ کہ انسان ہی کے لئے مصیبت بھی ہے۔ دُکھ اور سُکھ دونوں کا ساتھ ہے۔ دیکھو خدا کیا کرتا ہے+

ہم کو روزانہ پورے بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا۔ اور ہفتہ بھر میں صرف آدھے دن کی چھُٹی ملتی۔ اس مہلت میں مَیں نے جنگل کی

Taj Tahir Foundation

بیلوں سے ٹوکریاں اور بورئیے بُننے سیکھ لئے۔ اس میں میں نے ایسی دستگاہ حاصل کی۔ کہ خوب بکری ہونے لگی۔ اور چار پیسے میرے پاس ہو گئے۔ جن سے اتنا تو ہُوا۔ کہ میں اپنا پیٹ تو بھر لیتا تھا۔ اور کچھ ضروری چیزیں بھی لے لیتا تھا۔

چند روز کے بعد ہم کو جزیرے کے بادشاہ کے باغ کے کام پر لگا دیا۔ میں نے یہاں خوب دل لگا کر محنت سے کام کیا۔ باغ کا داروغہ مجھے چاہنے لگا۔ داروغہ کا ایک اپنا ذاتی باغ بھی تھا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ میں باغ کا کام خوب کرتا ہوں۔ تو اُس نے مجھے بادشاہی باغ سے الگ کر کے اپنے کام پر لگا دیا۔ اور میری جگہ اپنا ایک اور آدمی لگا دیا۔ داروغہ میرے کام سے ایسا مطمئن ہُوا۔ کہ وہ مجھ سے اس طرح کا برتاؤ کرنے لگا جیسا کہ کوئی نوکر سے کرتا ہے۔ اور مجھے کچھ کچھ مزدوری کے طور پر بھی دینے لگا۔

اس عرصے میں مَیں نے اس ملک کی زبان سے بھی واقفیت حاصل کر لی۔ اور اس قابل ہو گیا۔ کہ اُسی مُلک میں اپنی زندگی کے بقیہ ایام بآرام و آسائش کاٹ سکتا تھا۔ لیکن مجھے یہاں کے لوگوں کے عادات و اطوار اور خصوصاً مذہب پسند نہ تھا۔ اور اس وجہ سے اکثر وطن مالوف کی یاد گُدگُداتی تھی

میں نے جہاں تک ممکن تھا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے روپیہ جمع کر لیا۔ اور خیال کیا۔ کہ کچھ دے دلا کر آزادی حاصل کر لوں گا۔ لیکن یہ معلوم کر کے دل بیٹھ گیا۔ کہ زر فدیہ بہت گراں ہے۔ جس کے جمع کرنے کو برسوں چاہئیں۔ لیکن میں ہمت نہیں ہارا۔ اور صبر و شکر سے اس وقت کا انتظار کرنے لگا۔ کہ جب میں آزادی خریدنے کے قابل ہو جاؤنگا۔

اس بستی کے چند بدمعاشوں نے میرے آقا کے قتل اور اس کے گھر بار کے لوٹ لینے کا منصوبہ کیا۔ اور رات کے وقت گھر میں گھس آئے۔ میں باغ کے ایک برآمدے میں رات کو سویا کرتا تھا۔ گھر میں کھٹر پٹر سے میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو چار آدمی گھر کے اندر پھرتے نظر آئے۔ میں نہتا تھا۔ میرے پاس ایک پھاوڑا پڑا ہوا تھا۔ جھپٹ کر وہی سنبھالا۔ دیکھا تو مکان میں ایک بڑی سی کومل لگا کر اندر آئے تھے۔ میں نے اپنی جان ہتیلی پر لی۔ اور اُن سے جا بھڑا۔ میں اکیلا۔ وہ چار سنڈے مشٹنڈے۔ میں نے ایک کے سر پر پھاوڑا کھینچ مارا۔ جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور دوسرے کے کندھے پر ایسا وار کیا۔ کہ وہ بھی لڑکھڑا کر گرا۔ تب میں نے شور و غل مچایا۔ میرا مالک اور اُس کا بیٹا دونو جاگ پڑے اور ہم تینوں نے مِل کر باقی دو چوروں کو بڑی

ہشت مشت کے بعد پکڑ لیا۔ مگر میرے ایک خنجر کا زخم آیا۔ جس سے میں کئی دن تک معرض خطر میں رہا۔

میرا مالک میرا بڑا شکر گزار تھا۔ کہ میں نے اس کا جان و مال بچایا۔ اور اُس نے میری تیمار داری میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ میں آخر لوٹ پیٹ کر اچھا ہو گیا۔ میرے اچھے ہونے اور اپنے بال بال بچ جانے کی خوشی میں میرے مالک نے مجھے آزاد کر دیا میرا مالک بہت چاہتا تھا۔ کہ میں اُسی کے پاس رہوں۔ مگر مجھے اپنے گھر کی دُھن لگی ہوئی تھی۔ میں فوراً قریب ترین بندرگاہ پر پہنچا۔ اور جبل الطارق کو روانہ ہوا۔

ابھی ہم راستے ہی میں تھے۔ اور میں اپنے دل میں طرح طرح کے منصوبے گانٹھ رہا تھا۔ کہ پھر راستے میں قزّاقوں نے آگھیرا۔ اور ہم گرفتار کر لئے گئے۔ اور جبراً بحری فوج میں داخل کیا۔ میری ساری اُمیدیں خاک میں مل گئیں۔ ایک بلا سے چھوٹا تھا۔ تو دوسری میں پھنسا۔ لیکن مشیت ایزدی یوں ہی تھی۔ کر کیا سکتا تھا۔ میں نے بمصداق قہر درویش بجان درویش۔ سنگ آمد و سخت آمد۔ کمر ہمت باندھی۔ اور خدائی فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کیا۔

مجھے جا بجا جنگ میں پھرنا پڑا۔ اور میری آنکھوں کے سامنے

کتنے ہی لوگ مارے گئے۔ چونکہ بحری قواعد سے واقفیت تھی۔ گوش زدہ اشرے دارد۔ آج وہ کام آیا۔ اور مجھے جہاز پر ایک عہدہ مل گیا +

جب جنگ کا خاتمہ ہُوا۔ اور امن و امان ہُوا۔ تو نہ صرف مجھے سرکار نے آزادی دی۔ بلکہ مجھے میری خدمات کا صلہ دے دلا کر رخصت کیا۔ اس طرح میرے پاس کافی تعداد روپیہ کی ہو گئی۔ اس سرمایہ کو لے کر میں سیدھا اپنے وطن کو آیا۔ چونکہ میں مصیبتوں کا بہت مزہ چکھ چکا تھا۔ مجھے روپے پیسے کی بہت قدر تھی۔ اور ہونی بھی چاہئے تھی۔ اس لئے اپنا سارے کا سارا اندوختہ ایک بنک میں امانت رکھوا دیا۔ اور اس فکر میں رہا کہ اب کچھ کاروبار کروں +

صاحب! اس غرض سے میں بمبئی چلا گیا۔ کہ وہ تجارت کی بڑی منڈی ہے۔ میں اس شہر سے تھا ناواقف۔ مجھے شہریوں کے فریب اور چھل بٹے کیا معلوم۔ ایک صاحب نے جو بظاہر بڑے متقی اور متبرک نظر آتے تھے۔ اور جن کا کاروبار چلتا تھا۔ مجھے بھر بیے دے دلا کر اپنے ساتھ لپیٹ لیا۔ میں ان کے دام فریب میں آگیا۔ اور میں نے اپنا سارے کا سارا روپیہ ایک دم اُن کے

کاروبار میں لگا دیا۔ اور خوبی یہ کہ میں کاروبار تجارت سے ناواقف محض تھا۔ مگر مجھے ایسا سبز باغ دکھلایا گیا۔ کہ ہرا ہی ہرا نظر آتا تھا۔ میں محنت سے جی نہ چُراتا تھا۔ اُن کے ساتھ میں نے بھی کام شروع کیا۔ اور تا بمقدار محنت و جانفشانی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اور اپنے اس خیال میں مگن تھا۔ کہ ایک ایک کے کچھ نہیں تو دو دو تو ضرور ہو جائیں گے ۔

ایک دن حسب معمول صبح ہی میں دفتر میں آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرے شریک تجارت کہیں چل دیئے۔ اور ایسے گئے۔ کہ اُن کا پتہ نہیں۔ کہ زمین کھا گئی۔ یا آسمان نگل گیا۔ اور میں تن تنہا بیک بینی دو گوش رہ گیا۔ معلوم ہوا۔ کہ دُکان خالی ہے۔ اور سارا اثاثہ وہ لے کر چمپت ہوئے۔ بلکہ دکان کے نام پر بہت سا قرضہ کر گئے۔ ڈگری داروں نے میرا ٹینٹوا دبایا۔ گئے تھے نماز بخشوانے روزے گلے پڑے۔ اللہ دے اور بندہ لے۔ مختصر یہ کہ میں دھر لیا گیا۔ اور قرضخواہوں نے مجھے قید کرا دیا۔ روپیہ میرے پاس کہاں تھا۔ جو دیتا۔ اور مجھ جیسے بھکڑ کی ضمانت کون کر سکتا تھا۔ ناچار قید میں سڑنا پڑا۔ یہاں میں بھوکا مر جاتا مگر چونکہ میں بوریئے بُننا جانتا تھا۔ اس سے میں اپنا پیٹ

پالتا تھا۔ جتنی مزدوری کرتا۔ اُتنا کھاتا۔ چند مہینوں کے بعد جب میری مفلسی ثابت ہوگئی۔ تو مجھے چھوڑ دیا گیا ۔

جیل سے میں نکلا۔ تو بے یار و مددگار۔ ایک وقت کے روٹی ٹکڑے کا بھی سہارا نہ تھا۔ لیکن میں نے خدا کا شکر کیا۔ کہ میرے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں۔ کچھ نہ کچھ کرہی لوں گا۔ اب میری ہمت سمندر کی طرف رُخ کرنے کی نہ تھی۔ "اگر خواہی سلامت برکنار است" پر عمل تھا۔ اس لئے میں ایک باغبان کے پاس گیا۔ اُس نے مجھے فوراً مزدوری کے سر لگا دیا۔ میں اپنے کام پر دل توڑ کے محنت کرتا۔ سب سے پہلے باغ میں جاتا۔ اور سب کے بعد واپس آتا۔ مالک نے میرا کام اور میری محنت دیکھ میری مزدوری بڑھا دی۔ مجھے اب پیٹ بھر روٹی ملتی تھی۔ رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا تھا۔ اور چونکہ میں بہت محتاط اور کفایت شعار تھا رفتہ رفتہ کچھ پس انداز بھی ہونے لگا۔ اور کچھ عرصے بعد میں اس قابل ہوگیا۔ کہ میں نے اپنی شادی بھی کرلی ۔

میں نے بمبئی کے قریب دیہات میں ایک چھوٹا سا مکان اور اُس کے ساتھ کوئی دو ایکڑ زمین بھی کرایہ پر لے لی۔ میری بیوی سلائی کا کام کرتی تھی۔ کچھ میرے پاس تھا۔ کچھ اُس نے بھی

جمع کیا جس سے ہم نے اپنا گھر درست کرلیا۔ اور گائے بھی خرید لی۔ میں اپنا تھوڑا سا وقت جو مجھے مزدوری سے بچتا تھا۔ اپنے کھیت کی درستی میں صرف کرتا تھا۔ کہ اس کے سوائے مجھے اور مشغلہ بھی کیا تھا؟ اب میرا کھیت ہرا بھرا لہرا رہا تھا۔ گائے کا دودھ اور مکھن اور دہی ہم بیچ لیتے تھے۔ اس طرح ہم دونو میاں بیوی کی گزران خاصی اچھی طرح ہونے لگی +

بھلا مجھ سے زیادہ خوش نصیب اور کون ہوسکتا تھا۔ دن بھر کا تھکا ماندہ گھر میں آتا تھا۔ تو مجھے دیکھ کر میری بیوی باغ باغ ہوجاتی تھی۔ ہم میاں بیوی دونو اِدھر اُدھر کی گپ شپ اُڑایا کرتے تھے۔ اور میرا ننّھا مُنّا سا بچّہ میرے گھٹنے پر بیٹھا ہؤا طرح طرح کے تماشے کرتا۔ اور ہم دونو کو دیکھ کر کلکاریاں مارتا۔ دو تین برس گزر گئے۔ نے غمِ دُزد نے غمِ کالا +

جس شخص کے پاس میں بمبئی میں مزدوری کرتا تھا۔ اس سے ایک زمیندار نے کہا۔ کہ تمہارے خیال میں کوئی راست باز اور جفاکش آدمی ہو۔ تو بتلاؤ۔ مجھے ایک شخص کی ضرورت ہے۔ ایک موضع میں میری کچھ زمین بیکار پڑی ہے۔ کسی ایسے شخص کو تفویض کرنی چاہتا ہوں۔ جو اسے اچھی طرح سنبھال لے۔

Taj Tahir Foundation

میرے سابق آقا نے میری بہبودی کا خیال کر کے مجھ سے تذکرہ کیا۔ میں بھی اس چھوٹی سی حیثیت میں تین تنوں کو سنبھال نہ سکتا تھا۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں میں فوراً آگیا اور موقع کو خوب دیکھ بھال لیا۔ اور بخوشی تمام اس گاؤں کو جانا پسند کیا۔ اور بہت تھوڑے سے لگان پر وہ کھیت جو بہت بڑا تھا لے لیا +

حُسنِ اتفاق سے اس میں ایک مختصر سا مکان اور کنواں بھی تھا اگرچہ اس لگان کے مقابلے میں زمین تو بہت ساری تھی۔ مگر سب ویران و ناکارہ برسوں کی بنجر پڑی ہوئی۔ لیکن اس کی درستی کھاد۔ مویشی بارش وغیرہ کے لئے ایک کافی سرمایہ کی ضرورت تھی۔ اور میرا اپنا تُلا سرمایہ اس کو کفایت نہ کرسکتا تھا۔ قرض سے میں شروع ہی سے گھبراتا تھا۔ مجھے کچھ روپیہ زمیندار سے قرض لینا پڑا۔ یہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک کر کے خدا کا نام لے کر ہم اپنی جگہ پر پہنچے اور تا بہ امکان مکان کی درستی کی۔ اور کھیت کی زمین کی حیثیت درست کی۔ اور ہر طرح اُمید فائدے کی بندھی۔ چنانچہ ہم کو کافی فائدہ ہوا۔ اور ہم میاں بیوی ہنسی خوشی فارغ البالی سے رہنے سہنے لگے +

ایک بڑی خرابی اس جگہ یہ تھی۔ کہ یہ مقام بلحاظ تندرستی کے

Taj Tahir Foundation

اچھا نہ تھا۔ مجھے بخار آنے لگا۔ ایسا کہ میں کھٹیا سے لگ گیا۔ میری بیوی کو بھی حرارت رہا کرتی تھی۔ اور میرا بڑا بچہ بھی (اب ہمارے دو لڑکے ہو گئے تھے) کچھ نہ کچھ آئے دن بیمار رہتا تھا۔ وہ بیچارہ آخر کار مر گیا۔ میری بیوی اوّل ہی بیمار تھی۔ اس صدمے نے اسے اَور بھی نڈھال کر دیا۔ مدّتوں میں جا کر سنبھلی۔ اور میں بھی پہلے سے بہتر ہو گیا۔ اُدھر سے تھوڑا سا اطمینان ہوا تھا۔ کہ مویشیوں میں وبا پھیلی۔ اور چُن چُن کر میری اصلی نسل کی بھیڑیں مر گئیں۔ میں نے اس نقصان پر صبر کیا۔ اور میرے زمیندار نے پھر میری تھوڑی سی مدد کی۔ جس کی بدولت میں پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔

ہم سمجھے کہ ساڑھ ساتی گئی۔ ہمارے دلدّر پار ہوئے۔ اور اب اچھے دن آئے۔ کہ شان نہ گمان۔ مجھ پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ یکم اگست کی ہولناک رات میرے دل سے کبھی بھول نہیں سکتی۔ برسات کا تھا موسم۔ جھڑی کئی دن سے لگی ہوئی تھی۔ اس زور کی بارش ہوئی۔ کہ جل تھل بھر گئے۔ بارش کے ساتھ بڑے بڑے اولوں کی چھالیں۔ اور ہوا ایسی تند کہ درخت جڑ سے اُکھڑ گئے۔ ہزاروں پرند چرند مر گئے۔ تالاب جو ہمارے گھر کے قریب۔ پہلے ہی سے لبریز تھا۔ اس بارش سے اُبل پڑا۔ چادر دھائیں دھائیں چل رہی

Taj Tahir Foundation

تھی۔ صبح ہوتے ہی وہ ٹوٹا۔ اس کا سارا پانی ہمارے گھر پر آیا۔ سارا باغ اور گھر غرق آب ہو گیا۔ تمام بیوتات۔ اصطبل۔ گودام بھر گئے۔ بھیڑ بکری۔ گائے بھینسیں سب ڈوب گئیں۔ اور بارش کا سلسلہ ہے۔ کہ کسی طرح ختم نہیں ہوتا۔ ایک طرف تالاب پھوٹا۔ دوسری طرف سے ندی نالے ایسے چڑھے۔ کہ گھر کو گھیر لیا۔ اب چوطرف سوائے پانی ہی پانی کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہمارا گھر ایک جزیرہ ہو گیا تھا کہ کہیں نکلنے کا بھی راستہ نہ تھا۔ پانی کمروں میں گھس آیا۔ سارا اسباب تیر رہا تھا۔ ہر لمحہ یہی خیال تھا۔ کہ مکان اب گرا اب گرا۔ ہم دونو میاں بیوی نے بچوں کو چمٹا لیا۔ کیونکہ موت ہمارے سامنے کھڑی تھی۔ اور ہم کو کبھی اُمید نہ تھی۔ کہ ہم اس طوفانِ نوح سے بچ سکیں گے۔ کوئی دوپہر کے وقت ہم کو دور سے اپنی طرف ایک کشتی آتی ہوئی دکھائی دی۔ ہماری جان میں جان آئی۔ بہ مشکل وہ کشتی ہمارے دروازے پر آن لگی۔ اور ہم دونو میاں بیوی۔ بچے۔ ایک ماما۔ ایک چھوکرا جو کھیت میں میرے ساتھ کام کرتا تھا۔ سوار ہو لئے۔ سامان وغیرہ سب غارت ہوا۔ صرف ہمارے تن کے کپڑے رہ گئے۔ ہم نے گھر چھوڑا ہی تھا۔ کہ کوئی آدھ گھنٹے کے اندر گھر دھڑام سے گر پڑا۔ اور ایسا گرا۔ کہ کہیں اس کا نشان تک نہ رہا۔ ندی۔ گھر۔ سامان

Taj Tamir Foundation

کھیت۔ اناج۔ برتن بھانڈا سب آناً فاناً میں بہا لے گئی۔ اور ہم جو رات کو خوش حال سوئے تھے۔ صبح کو فقیر اُٹھے +

اب پھر ہم پر تباہی آئی۔ اور یہ تباہی بھی ایسی تھی۔ کہ ہم چار جانیں اس میں شریک تھیں۔ میں اکیلا ہوتا۔ تو مجھے چنداں پروا نہ ہوتی۔ مگر اب تو بیوی بچوں کی بیڑی میرے پاؤں میں پڑی ہوئی تھی۔ میری بیوی میرا منہ تکتی تھی۔ اور میں اس کا۔ ننھے ننھے بچے بلک بلک کر رو رہے تھے۔ ہم دونو کو سکتے کا عالم تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ کیا تھا کیا ہُوا +

کہو بلبل سے لے جائے چمن سے آشیاں اپنا
لکھا تھا یوں کہ فصلِ گُل میں چھوٹے خانماں اپنا

میں نے اپنے دل میں سوچا۔ کہ گو بظاہر اسباب ہم پر آسمان ٹوٹ پڑا ہے۔ مگر خدا کا آسرا تو ہر حال میں ہے۔ وہی ہماری مدد کریگا۔ یہ کچھ سمندر نہیں۔ نہ کوئی وحشیوں کا جزیرہ ہے۔ آخر گاؤں ہے۔ اور شہر پاس ہے۔ کوئی نہ کوئی بندۂ خدا ہماری حالت پر ترس کھا کر رحم کریگا۔ پھر میرا چال چلن اچھا ہے۔ اور میرے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں۔ بیشک مصیبت بھی بڑی مصیبت ہے۔ لیکن ممکن تھا۔ کہ اس سے بھی زیادہ ہم مبتلا ہو جاتے۔ شکر خدا کا کہ

جائیں بچیں - جان ہے - تو جہان ہے - جب تک سانس باقی ہے آس باقی ہے ؎

میں چاہتا تھا - کہ بمبئی میں اپنے پہلے آقا کے پاس چلا جاؤں گا اس کے بہت سے احسانات مجھ پر تھے - اور وہ مجھ پر بڑا مہربان تھا - لیکن مشکل یہ آن پڑی - کہ روپیہ پیسہ میرے پاس نہیں - اس کُنبے کو اتنی دور لے جاؤں تو کیسے ؟ میری حالت تو بہت تباہ تھی ابھی زمیندار کا سر توڑ قرضہ میرے سر تھا - زمیندار نے جب میری تباہی اور بربادی کا حال سُنا - تو وہ بیچارہ دوڑا ہوا آیا - اگرچہ اس کا نقصان مجھ سے بھی زیادہ تھا - مگر اس نے دریا دلی کی - کہ نہ صرف میرا قرضہ ایک دم معاف کر دیا - بلکہ مجھے کچھ اور بھی اپنے پاس سے دیا - دنیا میں ایسے نیک دل لوگ بھی ہوتے ہیں - اسی طرح بعض بعض میرے پڑوسیوں نے بھی میری مدد کی - لیکن سب سے زیادہ قابل قدر اور مستحق امتنان وہ مدد تھی جو کہ ہماری سابق کی ملازمہ نے دی - اس غریب نے ہمارے حال پر ترس کھا کے دس دس روپے کے دو نوٹ دئے - اور کہا - کہ "ساری عمر میں آپ کا نمک کھاتی رہی - میں غریب آدمی ہوں - پیسہ پیسہ جوڑ کے میری جمع پونجی یہی تھی - جو خوشی حاضر ہے - آپ قبول کیجئے"

واہ! کیسی شریف اور نیک دل بی بی تھی۔ اور یہ بھی بات ہے۔ کہ ہم بھی اُسے نوکر نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ مثل عزیزوں کے برتاؤ کرتے تھے۔ اب ہم پر بُرا وقت پڑا۔ تو ہماری آڑی میں وہ کام آئی۔ خدا اُسے جزائے خیر دے۔ ایسے وقت میں کسی کا تھوڑا سا دیا بھی ہم کو بہت معلوم دیتا تھا۔ اس طرح ذرا ہمارے دم میں دم آیا۔ کچھ ٹوٹا پھوٹا سا سامان درست کر کرا ہم نکل پڑے +

میری بیوی کی گود میں بچہ تھا۔ اور دوسرا میری پیٹھ پر اور ایک گٹھڑی کپڑوں کی میرے ہاتھ میں۔ اس طرح گھسٹتے گھسٹاتے چلے۔ ہم دن بھر میں بہ مشکل چند میل طے کرتے۔ کہ بچوں کا ساتھ تھا۔ اور میری بیوی چلنے کی عادی نہ تھی۔ راستے میں کوئی خالی گاڑی کبھی مل گئی۔ تو تھوڑی دور اس میں بیٹھ لئے ورنہ وہی پیدل +

ایک دن ہم کو ایک خالی بہلی مل گئی۔ جو کسی کو پہنچا کر آ رہی تھی۔ بہلی بان نے ہماری حالتِ زار دیکھ کر ہم کو بٹھلا لیا۔ راستے میں اُس سے میں نے اپنی مصائب اور تنگدستی کا ذکر کیا۔ خدا نے اس کے دل میں رحم ڈال دیا۔ میرا حال سُن کر اس بھلے مانس نے کہا۔ کہ تم مالی کا کام تو جانتے ہی ہو۔ یہیں قریب میں ایک رئیس ایک بہت بڑا باغ لگا رہے ہیں۔ اور اُن کو مالیوں کی ضرورت بھی ہے۔ عجب

نہیں۔ کہ تم کو نوکر رکھ لیں۔ چلو میں تم کو اُن کے پاس لے چلوں۔ میں تو نوکری کی تلاش میں ہی تھا۔ اور مزدوری کرنے سے مجھے عار نہ تھی۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا۔ مجھے ضرور لے چلو۔ کیونکہ جس قدر جلد میں ٹھکانے سے لگ جاؤں۔ اتنا ہی اچھا ہے +

بھلی بان مجھے رئیس کے داروغہ کے پاس لے گیا۔ اور اس سے میری ساری سرگزشت کہی۔ بلا معتبری اور ضمانت کے آجکل کون نوکر رکھتا ہے۔ میرے نئے آقا نے مجھ سے سرٹیفکٹ پوچھا۔ میں نے کہا۔ کہ سرٹیفکٹ تو میرے پاس کوئی نہیں ہے۔ لیکن آپ میرے چال چلن کی نسبت میرے پہلے آقا سے جو بمبئی میں رہتا ہے۔ پوچھ سکتے ہیں۔ چنانچہ اُس نے پوچھا۔ اور جب وہاں سے جواب میرے موافق آیا۔ تو مجھے باغات کا منیجر مقرر کیا گیا۔ اور مجھے ایک چھوٹا سا مکان بھی وہیں رہنے کو دیا۔ میرے نئے آقا نے اپنی مہربانی سے مجھے کچھ پیشگی رقم بھی دی۔ تاکہ میں اپنا سامان درست کر لوں اور کچھ اناج پانی بھی لے لوں +

اس طرح میں پھر ٹھکانے سے لگ گیا۔ اور سر چھپانے کی جگہ جسے "گھر" کے پیارے اور دلکش لفظ سے تعبیر کرتے ہیں میسر آگئی۔ جو لوگ نگھرے اور ندرے ہوں۔ اُن سے گھر کی قدر پوچھا

چاہئے۔ کہ وہ کیا چیز ہے۔ اور چونکہ میرا اپنا بنایا گھر منٹوں میں برباد ہو چکا تھا۔ جیسی قدر گھر کی مجھے تھی۔ شاید ہی کسی اور کو ہو تو ہو۔ میں نے اپنی نئی خدمت کی سرانجام دہی بڑی جدوجہد سے شروع کی۔ اور یہ سمجھتا تھا۔ کہ گویا یہ سب علاقہ میرا ذاتی ہے؛

میری بیوی کے لئے نئے گھر کے جمانے اور بال بچوں کے پالنے پوسنے کا کافی مشغولہ تھا۔ وہ دن بھر اسی ادھیڑ بن میں لگی رہتی تھی۔ اور مجھے بھی سارے گھر بار کی فکر تھی۔ جو تنخواہ مجھے ملتی تھی اس کے علاوہ اوپر سے بھی میں کچھ پیدا کر لیتا تھا۔ جو وقت مجھے اپنے ادائے فرائض منصبی کے بعد ملتا تھا۔ اُن میں اور امرا کے باغوں میں کہیں پیوند باندھ دیتا تھا۔ کہیں قلمیں لگا دیتا تھا۔ کہیں کچھ کیاریاں درست کر دیتا تھا۔ اور اس طرح علاوہ تنخواہ مجھے دس پانچ روپے اور مل جاتے تھے؛

باغ کی ایک طرف میرا مکان تھا۔ اس کے پچھواڑے کچھ خالی زمین پڑی تھی۔ اس کو میں نے بڑی محنت سے ہموار کیا۔ اور کھاد واد دے کر درست کیا۔ اس ٹکڑے میں میں نے کچھ ترکاریاں اور درختوں کے پودے لگا دیئے۔ میرے پرانے آقا نے مجھے چند عمدہ درختوں کے بیج اور پھلوں کے پودے اور پھولوں کی قلمیں اور

Taj Tamir Foundation

بیلیں بھیج دیں۔ وہ بھی میں نے اپنے اپنے موقع سے لگا دیں۔ میرا باغ کچھ ایسا بھبکا کہ بایدو شاید۔ غرض یہ کہ ہم بڑے مزے میں زندگی بسر کرنے لگے۔ ہمارا گھر کرسی دار اور خشک تھا۔ نمی کا اس میں اثر نہ تھا۔ میری بیوی بالکل چاق چوبند ہو گئی۔ اور بچوں کے چہروں پر صحت و توانائی سے سُرخی دوڑ گئی۔ میری صحت بھی اچھی رہنے لگی۔ میں سمجھا۔ کہ اب میرے دن پھرے اور مصائب و آلام کا خدا خدا کر کے خاتمہ ہُوا۔ لیکن نہیں تقدیر کی گردش ابھی باقی تھی۔

رُکے نہ ہاتھ ابھی ہے رگِ گلو باقی

تین سال آرام چین سے گزر گئے۔

دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے
ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے

یکایک ان رئیس کو جن کا میں ملازم تھا۔ ہیضہ ہُوا۔ اور وہ ایسے پڑے کہ جان بر نہ ہوئے۔ صاحبزادے جانشین ہوئے۔ نئے نواب بنے۔ باپ کی گاڑھی کمائی کو دھڑی دھڑی کر کے لٹایا۔ مال مفت دل بے رحم۔ چند روز میں خزانہ خالی ہو کر بھیک کا ٹھیکرا ہاتھ میں آ گیا۔ قرض خواہوں نے تنگ کیا۔ باغ واغ سب بک بکا گیا۔

Taj Tahir Foundation

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

باغ ایک بنیئے کے ہاتھ کوڑیوں کے مول آیا۔ سیٹھ صاحب نے آتے ہی تخفیف کا قلم جاری کیا۔ مالی برخاست۔ مزدور موقوف داروغہ تخفیف۔ غرض یہ کہ باغ کا کام بند۔ میرے لئے سیٹھ صاحب کا یہ حکم قضا نسیم موت کا پروانہ تھا۔ میں سمجھا۔ کہ خیر۔ ایں نیز بگذرد میرا گھر اور میرا لگایا ہوا خانہ باغ تو میرے پاس رہے گا۔ میں کسی نہ کسی طرح اس میں تنگی ترشی سے بسر کر لوں گا۔ لیکن سیٹھ صاحب نے اپنی مرضی کا ایک اور داروغہ بھیج دیا۔ نئے داروغہ صاحب نے آتے ہی اپنا سکہ بٹھایا۔ اور مجھ سے کہا۔ کہ آپ کو مکان کا کرایہ دینا پڑے گا۔ اور کرایہ بھی سر توڑ۔ مُرغی کو تکلے کا گھاؤ کافی ہے۔ مجھ میں اتنا دم کہاں تھا۔ کہ بھر مُٹھی کرایہ ادا کروں۔ اُن کو یہ بھی خیال نہ آیا۔ کہ اس ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے کو میں نے درست کیا اور جس کو اب خانۂ باغ کہتے ہیں۔ یہ کوڑی یا ڈلاؤ تھا میری چوٹی کا پسینہ ایڑی میں آیا۔ جب یہ باغ کہلایا۔ میں نے کہا کہ اتنا کرایہ تو دینا میرے بل بوتے کی بات نہیں۔ تو دیکھتا کیا ہوں۔ کہ دوسرے دن ڈاک سے تحریری نوٹس تخلیۂ مکان کی بہ صیغۂ رجسٹری آن

Taj Tahir Foundation

پہنچا۔ میں نے کہا۔ کہ اچھا جہاں میرے سینگ سمائیں گے چلا جاؤں گا۔ مگر یہ سارے درخت میرے لگائے ہوئے ہیں۔ یہ میری ملک ہیں۔ ان کو لے جاؤں گا۔ یا آپ ان کا معاوضہ دیجئے مگر میری وہی مثل ہوئی۔ کہ زبردست مارے اور رونے نہ دے نہ وہ اس بات پر راضی ہوتا تھا۔ نہ اس پر۔ بچھڑا کودتا ہے کھونٹے کے بل۔ سیٹھ صاحب اُس کی پشت پر تھے میری کون سنتا تھا۔ لاکھ سر پٹکا۔ کسی نے ایک نہ سُنی۔ میں نے کہا۔ کہ اندھیر نگری چوپٹ راج۔ وزیرے چنیں شہریارے چناں۔ چلو سیٹھ صاحب ہی سے عرض کریں۔ شاید اُن کا دل پسیج جائے +

یہ دل میں ٹھان بادل غمگین اپنے بیوی بچوں کو علی التوکل چھوڑ چھاڑ ایک قصبے میں پہنچا۔ جہاں سے سیٹھ صاحب کے مسکن کو گھوڑا گاڑی جاتی تھی۔ دو روپیہ کرایہ دے کر کوچ بکس پر جگہ ملی۔ کوئی آدھا رستہ طے کیا ہوگا۔ کہ سڑک پر پل بن رہا تھا وہاں کچھ پتھر پڑے ہوئے تھے۔ کوچوان بددماغ اور تڑا تڑ گھوڑوں کو شاسٹ مار رہا تھا۔ ایک پہیہ پتھر پر چڑھ گیا۔ اور گاڑی اُلٹ گئی۔ میں سر کے بل دھڑام سے سڑک پر جا پڑا اور بیہوش ہو گیا۔ پھر مجھے خبر نہ رہی۔ میری کوئی جان پہچان کا وہاں آدمی تھا

نہیں۔ مجھے ڈولی ڈنڈا کر کے سرائے میں لے جا کر ڈال دیا۔ یہاں میں کئی دن تک بیہوش پڑا رہا۔ جب مجھے ہوش آیا۔ تب مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ کچھ آفت گزری۔ اور میں یہاں پندرہ دن سے پڑا ہوں معاً مجھے اپنے جورو بچوں کا خیال آیا۔ کہ اس عرصے میں ان کم بختوں پر کیا گزری ہوگی۔ اور میرے ہست نیست کی خبر نہ پا کر انہوں نے اپنا کیسا حال تباہ کیا ہوگا۔ میں چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا۔ اور ایک ہفتہ وہیں پڑا رہا۔ سر کی چوٹ تھی سو تھی میری ہنسلی کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی تھی۔ اور جا بجا شدید ضربات آئی تھیں +

جب میں گاڑی پر سے گرا تب ہی جو کچھ روپیہ پیسہ میری جیب میں تھا۔ خدا جانے وہیں نکل پڑا۔ یا کسی نے نکال لیا۔ میں بڑی مصیبت سے اپنے گھر پہنچا۔ تو بیوی کو دیکھا بیمار۔ اور میرے بچے روتے روتے ہلکان اور بھوک سے نیم جان +

میں نے فوراً گھر کے سامان کے کوڑے کئے۔ اور اپنی بیوی کا علاج معالجہ کیا۔ جب وہ ذرا سنبھل گئی۔ تو ہم سے گھر خالی کرا لیا گیا۔ میں اپنے مکان اور دلکشا باغ کو دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو رویا۔ اور دل بے اختیار چاہا۔ کہ اس پھل پھلاری کو اُکھاڑ

Taj Tahir Foundation

کر پھینک دوں۔ میری محنت کا ثمرہ اور کوئی کھانے والا کون؟ دُکھ بھریں بی فاختہ اور کوّے میوے کھائیں۔ لیکن میں نے اس وسوسۂ شیطانی کو رد کیا۔ اور ہرا بھرا چھوڑ کر گاؤں میں آ رہا ؎

ہر دم زمانہ داغِ دگر گونہ مے دہد
یک داغ نیک ناشدہ داغِ دگر دہد

اتفاق کی بات یہ گاؤں میرے بمبئی والے آقا کی ملکیت تھی۔ گاؤں میں بہ تلاش روزگار پھر رہا تھا۔ کہ اتنے میں میرا آقا رعایا سے کچھ حساب کتاب چکانے آنکلا۔ اور مجھے تباہ وخستہ حال دیکھ کر بہت متاسف ہوا۔ یہ شخص بڑا شریف نیک مزاج اور نیکدل تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ گاؤں میں کب تک پڑے رہو گے۔ چلو میرے ساتھ میں وہاں تمہارا کچھ نہ کچھ راستہ نکال دوں گا۔ ڈوبتے کو تنکے کا آسرا۔ میں آمادہ ہوگیا۔ مگر میرے پاس کیا دھرا تھا۔ جو اپنے بال بچوں کو ساتھ لے جا سکتا۔ میرے قدیم آقا کو سیٹھ صاحب کے داروغہ کی سخت گیری اور بدسلوکی سُن کر بہت غصہ آیا۔ اور جا کر اُسے خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ اور قائل معقول کر کے میرے باغ کا معاوضہ دلوایا۔ اُسی روپے سے میری گلوخلاصی وہاں سے ہوئی۔ اور میں اپنے بال بچوں

سمیت یہاں آگیا۔ جہاں کہ اب ہوں +

جب میں آیا۔ تو بمصداق "بہ ہر زمیں کہ رسیدیم آسمان پیداست" یہاں بھی ہرا جنگل بیابان تھا۔ یہ جگہ بھی ایسی تھی۔ کہ دن کے وقت آدمی کو وحشت ہوتی تھی۔ یا اب جنگل میں منگل ہے۔ یہ مکان آپ نے دیکھا ہوگا۔ بالکل ایک خس پوش جھونپڑا تھا۔ سخت محنت کفایت شعاری۔ اور کچھ لوگوں کی امداد سے میں نے نہ صرف اس زمین کی حیثیت میں ترقی کی۔ بلکہ اپنی حیثیت بھی سُدھاری۔ پہلے میں مستری مقرر ہوا۔ بعدہٗ داروغہ اور اب اس خطہ کا مالک ہوں۔ اس اثنا میں بھی کئی جھکڑ باد مخالف کے چلے۔ ایک مرتبہ مویشی میں بیماری پھیلی۔ سات گایوں میں سے چار مر گئیں۔ پھر ایک برس میرے کچھ بیل اور سواری کا گھوڑا مرا۔ ایک مرتبہ آندھی اس بلا کی آئی۔ کہ مکان کا چھپّر اور منڈوے اُڑ گئے۔ ننھے پودے جو لگائے گئے تھے۔ وہ سب ٹوٹ ٹاٹ گئے۔ غرض بڑا نقصان ہوا۔ مگر میں تو مصیبت اُٹھانے کا عادی ہوگیا تھا +

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہوگئیں

اب مجھے یہاں رہتے ہوئے کئی برس ہوگئے۔ میری جائداد

بتدریج بڑھ رہی ہے۔ میں ایک بڑی زمینداری کا مالک ہو گیا ہوں۔ زراعت کے بیلوں کی متعدد جوڑیاں ہیں۔ گائیں بھینسیں بھیڑ۔ بکریاں۔ مرغباں۔ قاز۔ فیل مرغ خدا کا دیا سب کچھ ہے۔ بچے بھی خدا کے فضل سے نصف درجن ہیں۔ میری بیوی جس نے میرے ساتھ ساری مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اب میری فارغ البالی کی بہار لوٹ رہی ہے۔ اس نواح میں شاید ہمارے جیسا کوئی خوش گزران گھرانا ہو۔ لوگوں کو ہماری خوش تقدیری پر رشک آتا ہے۔ خدا نے مجھے تینوں چیزوں۔ زر۔ زن۔ زمین سے مالا مال کیا ہے۔

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

یہ ہے میری داستان جس میں کوئی تعجب خیز امر نہیں۔ دنیا میں آئے دن یہی ہوتا رہتا ہے۔ کوئی ہنستا ہے۔ تو کوئی روتا ہے

رنج و شادی جہاں میں توام ہے
کہیں شادی ہے اور کہیں غم ہے

"اگر میری سرگزشت سے آپ کے صاحبزادے نے صبر و استقلال کا سبق حاصل کیا۔ اور یہ سمجھ لیا۔ کہ صبر و استقلال کا انجام ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔ تو یوں سمجھئے۔ کہ اتنی دیر تک آپ کی سمع خراشی رائیگاں نہیں گئی"۔

حامد نے محمدؐ صابر کی دلچسپ اور سبق آموز سوانح عمری کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہنسی خوشی رخصت ہو کر باپ بیٹے راستے میں اسی کا ذکر کرتے ہوئے گھر آن پہنچے +

دوسرے دن صبح سویرے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ محمود اپنی کیاری درست کر رہا ہے۔ زمین کو گوڑ کر نئے نئے پودے لگا رہا ہے۔ مالی سے ایک قلم گلاب کی کٹوا کر کیاری کے بیچوں بیچ میں لگائی ہے۔ دوپہر تک اُجڑی ہوئی کیاری از سر نو تیار ہو گئی۔ گو ابھی وہ بے رونق تھی۔ اور اس میں پھولوں کی بہار نہ تھی۔ مگر آئندہ ہونے کی اُمید تو تھی۔ محمود بھی اپنے کام سے خوش تھا۔ مگر بیٹے سے زیادہ باپ کو خوشی تھی۔ کہ محمدؐ صابر کی کہانی نے لڑکے کے دل میں جگہ لی۔ اور صبر و استقلال کی قدر اُسے آئی +

ہمت بلند دار کہ پیشِ خدا و خلق
باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

تمام شد

سید حمید علی پبلشر نے امرت الیکٹرک پریس ریلوے روڈ لاہور میں بہ اہتمام پنڈت دھرم چند بھارگو بی۔ اے سی چھپوا کر شائع کیا۔

Taj Tanir Foundation

Taj Tahir Foundation

لڑکوں کے لئے کتابیں

زلفی - ایک ننھے سے بچے کی نہایت مزے دار کہانی - عبارت اتنی عمدہ کہ شاید بچوں کے لئے کوئی کتاب اتنی اچھی زبان میں نہ لکھی گئی ہوگی - شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔
قیمت حصہ اول ۳ر ۱۰ پائی - دوم ۵ر

قصر صحرا - ایک ترک خاندان کو جلا وطن کر دیا گیا تھا - وہ سب لوگ ایک جزیرے میں جا اترے تھے - وہاں ان کا جنگل کے وحشیوں سے مقابلہ کہیں جانوروں کے حملے وغیرہ - ان کی مصیبتوں کی کہانی بہت ہی دلچسپ ہے - حصہ اول ۳ر ۵ پائی - دوم ۷ر - سوم ۶ر ۶ پائی

خونابۂ عشق - یعنی شرلک ہومز کی پہلی کہانی - جس میں حسن و عشق اور قتل و انتقام کی ایک پُر اسرار داستان نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کی گئی ہے - قیمت عہ

الماس - ایک غریب لڑکا مصیبتوں سے تنگ آکر خودکشی کر رہا تھا - کہ اللہ کی قدرت سے وہ ایک ہی رات میں ہیروں کا بادشاہ بن گیا - بدمعاش اسے لوٹنا چاہتے تھے - لیکن لڑکا اپنی ہوشیاری سے سب پر غالب آیا - قیمت ہر

دار الاشاعت لاہور

Taj Tahir Foundation